عہدِ نبوی کی سیاستِ خارجہ (صُلح حُدَیبیہ کے احوال کی روشنی میں)

*ڈاکٹر بشیر احمد رند
**ڈاکٹر ارشد منیر لغاری

Kaaba(House of God) is always considered as the spiritual center of Islam. By ancient Arab routine, every individual had the right to visit that house. So in six Hijra, The Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) declared to visit the Macca for performing Umra. But when the Holy prophet, with his 1400 followers, reached Hudaybiya(a place in the north of Makkah), he was informed that the idolaters would not only allow him to enter the city but also stop for performing Umra. This situation caused great confrontation and conflict between Quresh and Muslims. There, the Holy Prophet took such step which not only shows his wonderful strategy regarding Political external affairs but also caused the turning point regarding the triumph of Religion. The Holy Prophet saw fit to negotiate with Quresh and after long debate both the groups achieved in a treaty which called the Treaty of Hudaybiyya. It is the most important political document in the history of Islam. The Quresh was happy on the physical and apparent winning, whereas, the Holy Prophet was looking the hidden and inner return by the treaty. The time proved that the treaty brought gigantic reward to Muslims and Islam.

ایک کامیاب سیاستدان اور فاتح سپہ سالار وہ نہیں جو صرف میدانِ جنگ میں دشمن کو شکستِ فاش سے دوچار کرے بلکہ درحقیقت اصل کامیاب سیاستدان اور فاتح سپہ سالار وہ ہے جو میدانِ مکالمہ میں ایسی شرائط منوا کر اور مان کر صلح کرے جس کے بعد کامیابیوں اور فتوحات کے راستے ہموار ہو جائیں۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اس صلح کے ثمرات ملک، قوم اور ملت بلکہ آنے والی نسلوں تک پہنچیں۔ کیونکہ بسا اوقات میدانِ جنگ میں فتح پانے والے میدانِ مکالمہ میں ایسی مات کھا جاتے ہیں کہ صدیوں تک ان کی فوج اور قوم سنبھالے نہیں سنبھل سکتی۔ پستی، ذلت، رسوائی اور شکست اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے اور میدانِ جنگ میں فتح ان کے لیے کوئی قابل فخر بات نہیں رہتی۔ اس لئے جس بیدار مغزی، دور اندیشی، اور چستی کی ضرورت میدانِ جنگ میں ہوتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر میدانِ مکالمہ میں بیدار مغزی، دور اندیشی، اور چستی کی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تقابلِ ادیان وثقافتِ اسلامی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو
** لیکچرر، شعبہ اسلامیات، زرعی کالج ڈیرہ غازی خان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ضرورت ہوتی ہے۔اسی تناظر میں ہم صلح حدیبیہ کی شرائط کا مطالعہ کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بیدار مغزی اور دوراندیشی کا ثبوت دیا اور مستقبل قریب میں اس صلح کے کیا فوائد، نتائج اور اثرات مرتب ہوئے۔

صلح حدیبیہ کا پس منظر

صلح حدیبیہ کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے اس کا کچھ پس منظر جاننا ضروری ہے:۔"سن چھ ہجری اسلامی تاریخ اور ریاستِ مدینہ کا ایک اہم سال تھا۔مدنی ریاست تین اہم دشمن قوتوں کے درمیان واقع تھی۔شمال میں خیبر وغیرہ یہودی قوت کے مرکز تھے،شمال مشرق میں فزارہ وغطفان کے قبائل خیبر والوں کے حلیف تھے، اور ان کی مسلمانوں سے بنتی نہ تھی اور جب بھی انہیں موقعہ ملتا مسلمانوں کی بستی پر تاخت کے درپے رہتے۔ جنوب میں مشرکینِ مکہ اور ان کے حلیف تھے، جو سب کے سب غم وغصے سے بے قرار اور مسلمانوں کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے اور سابقہ ناکامیوں کی جلن الگ تھی۔آثار یہ نظر آرہے تھے کہ خیبر میں جا بسے ہوئے (جلاوطنانِ مدینہ یعنی) بنی نضیر کی کوششیں رنگ لائیں گی اور یہود،غطفان اور قریش یہ سہ گانہ قوت مدینہ پر ہلہ بول دے گی،جس کی مدافعت مسلمانوں کے لیے آسان نہ تھی،اور ایک ہی وقت میں تینوں قوتوں کے ساتھ لڑنا مسلمانوں کے لیے مشکل تھا۔اگر مسلمان مکہ جاتے تو خطرہ تھا کہ اہلِ خیبر اور ان کے حلفاء مدینہ پر چڑھ نہ دوڑیں،اور اگر مسلمان خیبر جائیں تو اہلِ مکہ اپنے حلفاء سمیت مدینہ آکر اسے لوٹ نہ لیں،کیونکہ مدینہ بیچوں بیچ واقع ہے۔خیبر اس کے شمال میں کوئی پانچ منزل کی مسافت پر واقع ہے،تو مکہ اس کہ جنوب میں بارہ منزل پر ہے۔ان حالات میں سیاستدانی کا اقتضا یہی ہوسکتا ہے کہ ان دشمن قوتوں میں سے کسی ایک سے صلح کرکے دوسرے کے مقابلہ میں اس کو دوست ورنہ کم ازکم ناطرفدار بنادیا جائے اور جب ایک سے فراغت ہوتو دوسرا خود ہی ہتھیار ڈال دے گا، پھر اسے سرزوری کی جرأت نہ ہوگی۔لیکن سوال یہ تھا کہ صلح مکہ والوں سے کی جائے یا خیبر والوں سے؟

چونکہ خیبر کے حلیف ومعاون یعنی فزارہ وغطفان محض لوٹ مار کے شائق اور بالکل بے اصول خانہ بدوش عرب تھے،جبکہ یہود تمدنی اور نسلي وجود سے عربوں سے الگ تھے،ان کو اپنی جلاوطنی اور جائداد کے لٹنے کا داغ تھا،جو جائداد کی واپسی کے بغیر مٹ نہ سکتا تھا۔سرمائیداري کی وجہ سے کوئی معمولی فائدہ ان کو مطمئن نہ کرسکتا تھا،اور نہ ہی ان کی بات پر کوئی اعتماد کیا جاسکتا تھا بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ خیبر کا مالدار مرکز نسبۃً ایک غیر جنگجو قوم کے قبضے میں ہونے سے آسان تر مالِ غنیمت تھا۔جبکہ دوسری طرف مکہ مسلمانوں کیلئے بہت سی رعایتوں کا متقاضی تھا۔مسلمان مہاجرین سب ہی مکی تھے، اور اہلِ مکہ سب ان کے رشتے دار تھے۔کعبہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مسلمانوں کی نماز کا قبلہ اور حج کی منزلِ مقصود تھا۔ اہلِ مکہ کی تباہی سے زیادہ ان کا اسلام زیادہ مفید ہوسکتا تھا، کیونکہ قریش کے معاشی اور تمدنی تعلقات تمام عرب سے تھے اور ان کی صلاحیتیں پورے عرب میں سب سے زیادہ تھیں، کیونکہ ان میں بات کا پاس تھا، وہ دُھن کے پکے تھے، قومی مفاد کے لیئے تن، من، دھن سے لگ جاتے تھے۔ طبیعت مہمات پسند تھی، ادبی ذوق اور انتظامِ ملک کی قابلیت وملکہ بھی عام بدویوں کے مقابلے میں ان میں کہیں بڑھا ہوا تھا اور حالات سے یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ اہلِ مکہ مسلمانوں کے معاشی دباؤ کے باعث اب واقعی صلح پر آمادہ ہو چکے تھے، اور صرف لاج رکھنے کے لیئے کسی اچھی شرط کے منتظر تھے۔ ان حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچا کہ اگر حج کے مہینوں میں مکہ جائیں اور ارادہ طوافِ کعبہ اور قربانی وعمرہ کیلیئے ہو اور قریش کو منہ مانگی شرطیں پیش کر دی جائیں تو کچھ تعجب نہیں کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں'' (۱) دریں اثناء رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے اندر یہ خواب بھی دکھلایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مسجدِ حرام میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہؓ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا، پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈائے اور کچھ نے کٹوانے پر اکتفا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہء کرام کو اس خواب کی اطلاع دی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی، اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سال مکہ میں داخلہ نصیب ہوگا۔ (۲)

مکہ کی جانب مسلمانوں کی روانگی اور اہلِ مکہ کی جانب سے روکنے کی کوشش

مدینہ طیبہ میں قابل کار مسلمان تین ہزار کے قریب تھے (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ پر نمیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو عامل مقرر کیا (۴) اور چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر ذی قعدہ کے شروع میں خاموشی کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ قربانی کے جانور ساتھ تھے، ارادہ محض مسالمانہ تھا، اس لئے جنگی ہتھیار تک نہیں تھے سوائے تلواروں کے جو نیاموں میں تھیں۔ ایک جاسوس جو حالات معلوم کرنے کیلیئے پیشگی بھیج دیا گیا تھا اس نے آ کر اثناء راہ میں اطلاع دی کہ قریش کو پتہ چل چکا ہے اور مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور حلیف قبائل کو بھی جمع کر رہے ہیں اور خالد بن ولید دو سو سواروں کے ساتھ کراع الغمیم تک پہنچ چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالد سے کترا کر داہنی طرف دشوار گذار راستہ اختیار کر کے حدیبیہ تک پہنچ گئے، جو مکہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور وہاں قیام کیا (۵)

سفارتی سرگرمیاں اور بیعتِ رضوان

حدیبیہ آتے ہی سفارتی سرگرمیاں شروع ہوگئیں، قریش کے نمائندے اور کارندے آ آ کر مقصد معلوم

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کرنے لگے، آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد حضرت عثمان ؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ مختارِ کل کی حیثیت سے گفت وشنید کریں (۶) اور انھیں یہ بات سمجھائیں کہ ہم محض عمرہ کی نیت سے بیت اللہ کی تعظیم کیلئے آئے ہیں ، ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اہلِ مکہ تک پہنچا دیا، اور اہلِ مکہ نے حضرت عثمان کو اس مقصد کیلئے روکے رکھا کہ باہم مشورہ کر کے حضرت عثمانؓ کو ان کے لائے ہوئے پیغام کا جواب دیں۔ ادھر مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو اہلِ مکہ نے شہید کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے انتقام اورہلِ مکہ سے معرکہ آرائی کرنے پرصحابہ کرام سے بیعت لی۔ کسی نے موت پر تو کسی نے میدان چھوڑ کر نہ بھاگنے پر بیعت کی۔ اسی بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں، (۷) اسی کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: **لقد رضی اللّٰہ عن المئومنین ا ذیبایعو نك تحت الشجرة** (۸) ''اللہ مؤمنین سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے''

صلح اور دفعاتِ صلح

بہرحال قریش نے صورتِ حال کی نزاکت محسوس کر لی ،لہذا جھٹ سُہیل بن عمرو کو معاملاتِ صلح طے کرنے کیلئے روانہ کیا اور تاکید کردی کہ صُلح میں لازماً یہ بات طے کی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال واپس چلے جائیں، ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شہر میں جبراً داخل ہو گئے اور ہم کچھ نہ کر سکے، اور ہماری رسوائی ہو (۹) ان ہدایات کو لیکر سہیل بن عمرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے ، کچھ گفت وشنید کے بعد صلح کے دفعات یہ طے پائے:۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے، اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے، ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا یعنی میانوں میں تلواریں ہوں گی ،اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔

(۲) دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے، اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

(۳) قبائل عرب میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا، اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا ، جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا وہ اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا لہذا ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہوگی (اس دفعہ کے مطابق بنو خزاعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنے اور بنو بکر نے قریش کے حلیف بننے کا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اعلان کیا)۔

(۴) قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس کریں گے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو شخص (پناہ کی غرض سے بھاگ کر) قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔(۱۰)

سفیرِ مکہ کا کچھ باتوں پر اَڑنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی باتوں کو مان لینا

معاہدہ تحریر کیئے جانے کے دوران اہل مکہ کے سفیر سہیل بن عمرو کچھ باتوں پر اڑتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو معمولی نوعیت کی سمجھ کر اہل مکہ کے سفیر کی باتوں کو مانتے رہے مثلاً: **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پر سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے، اس لئے عرب کے دستور کے مطابق **باسمك اللّٰھم** لکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مان لیا کیونکہ اس میں کوئی شرک یا بت پرستی کی بات نہیں تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لکھوایا کہ یہ وہ معاھدہ ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے پایا، تو سہیل نے لفظ ''رسول اللہ'' پر اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو جھگڑا کس چیز پر؟ اس لئے رسول اللہ کا لفظ کاٹ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا کیونکہ اس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں تھا۔ اسی اثناء میں سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجَندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور باپ نے اسے قید کر رکھا تھا وہ بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مسلمانوں کے پاس پہنچے کہ مجھے مشرکین کی قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لے چلو، لیکن جب سہیل نے اسے واپس کیئے بغیر صلح سے انکار کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو یہ تسلی دے کر واپس کر دیا کہ آپ تھوڑا اور صبر کریں، اللہ آپ کیلئے خلاصی کی راہ نکال لے گا۔(۱۱)

اسی دوران قریش کے پُرجوش اور جنگ باز ۷۰۔۸۰ کے قریب نوجوانوں نے صلح کی کوشش کو سبوتاژ کرنے کیلئے مسلمانوں میں گھس کر ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانبازوں نے انہیں گرفتار کر لیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی خاطر انہیں معاف کر دیا اور چھوڑ دیا(۱۲) اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: **وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم** (۱۳) ''وہی ہے جس نے بطنِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روکے اور تمھارے ہاتھ ان سے روکے اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے چکا تھا''

اس معاہدہ کی دفعات کا حاصل

اس معاہدے (جسے اہلِ مکہ اپنی فتح اور عام مسلمان اپنی شکست سمجھ رہے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جیسے دقیقہ رس مدبر بھی اپنی بے چینی چھپا نہ سکے) کے مندرجات پر جب بنظرِ غائر دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہے کہ یہ درحقیقت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فتح اور دوسری فتوحات کیلئے پیش خیمہ تھا۔ جو شخص بھی اس کی دفعات کا ان کے پس منظر سمیت جائزہ لے گا اسے کوئی شبہ نہ رہے گا کہ یہ مسلمانوں کی فتحِ مبین اور نصر عزیز تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست خارجہ کا شاہکار تھا۔

دفعہ عہ ا:

اس کے مطابق اگرچہ اہلِ مکہ مسلمانوں کو اس سال مسجدِ حرام سے روکنے میں کامیاب رہے لیکن حقیقت میں یہ دفعہ اس پابندی کے خاتمے کا اعلان تھا جو قریش نے مسلمانوں پر مسجدِ حرام میں داخلے سے متعلق عائد کررکھی تھی، مگر ظاہر ہے کہ یہ وقتی اور بے حیثیت فائدہ تھا۔ (۱۴)

دفعہ عہ ۲

(جس کے مطابق دس سال تک جنگ بندی کا اعلان تھا) یہ چیز تو مسلمان خود چاہتے تھے کہ قریش مسلمانوں سے صلح کرلیں اور مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانبدار رہیں۔ یہ دفعہ درحقیقت مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنا تھا کیونکہ قریش نے اب تک مسلمانوں کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور انہیں نیست و نابود کرنے کا تہیہ کیئے بیٹھے تھے، انہیں انتظار تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ قوت دم توڑ دے گی۔ اس کے علاوہ قریش جزیرۃ العرب کے دینی پیشوا اور دنیاوی صدر نشین ہونے کی حیثیت سے اسلامی دعوت اور عام لوگوں کے درمیان پوری قوت کے ساتھ حائل رہنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس پس منظر میں دیکھیئے تو صلح کی جانب محض جھک جانا ہی مسلمانوں کی قوت کا اعتراف اور اس بات کا اعلان تھا کہ اب قریش اس قوت کو کچلنے کی طاقت نہیں رکھتے (۱۵)

دفعہ عہ ۳

(جس میں عرب قبائل کو یہ آزادی دی گئی تھی کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش میں سے جس کے حلیف بننا چاہیں بن سکتے ہیں) اس کے پیچھے صاف طور پر نفسیاتی کیفیت کارفرما نظر آتی ہے کہ قریش کو دنیاوی صدر نشینی اور دینی پیشوائی کا جو منصب حاصل تھا اسے انہوں نے بالکل بھلا دیا تھا اور اب انہیں صرف اپنی پڑی تھی۔ ان کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا کہ بقیہ لوگوں کا کیا بنتا ہے۔ یعنی اگر سارے کا سارا جزیرۃ العرب حلقہ بگوشِ اسلام ہوجائے تو قریش کو اس کی کوئی پروا نہیں اور وہ اس میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں گے۔ اس دفعہ پر غور کیا جائے تو درحقیقت قریش کے عزائم اور مقاصد کے لحاظ سے یہ ان کی شکستِ فاش اور مسلمانوں کی فتحِ مبین کا برملا اظہار تھا۔ آخر اہلِ اسلام اور اعداءِ اسلام کے درمیان جو خونریز جنگیں پیش آئی تھیں ان کا منشاء

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اور مقصد اس کے سوا کیا تھا کہ عقیدے اور دین کے بارے میں لوگوں کو مکمل آزادی اور خود مختاری حاصل ہو جائے، یعنی اہلِ اسلام یہ چاہتے تھے کہ اپنی آزاد مرضی سے جو شخص چاہے مسلمان ہو اور جو چاہے کافر رہے، کوئی طاقت ان کی مرضی اور ارادے کے سامنے روڑا بن کر کھڑی نہ ہو، مسلمانوں کا یہ مقصد تو ہرگز نہ تھا کہ دشمن کے مال ضبط کئے جائیں، انہیں موت کے گھاٹ اتارا جائے اور انہیں زبردستی مسلمان بنایا جائے یعنی مسلمانوں کا مقصد صرف وہی تھا جسے علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔:

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن ☆ نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی! (۱۶)

دفعہ نمبر۴:

اس دفعہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے مسلمانوں کو مذکورہ تین رعایتیں دے کر صرف ایک رعایت حاصل کی، جو اس دفعہ میں مذکورہ ہے، لیکن یہ رعایت حد درجہ معمولی اور بے وقعت تھی اور اس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ تھا، کیونکہ یہ معلوم تھا کہ جب تک مسلمان مسلمان رہے گا اللہ، رسول اور مدینۃ الاسلام سے بھاگ نہیں سکتا، اس کے بھاگنے کی صرف ایک صورت ہو سکتی تھی کہ وہ مرتد ہو جائے، خواہ ظاہراً، خواہ در پردہ، اور ظاہر ہے کہ جب مرتد ہو جائے تو مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہیں بلکہ اسلامی معاشرے میں اس کی موجودگی سے کہیں بہتر ہے کہ وہ الگ ہو جائے اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا تھا:۔ **انه من ذهب منا الیهم فابعده الله** (۱۷)''جو ہمیں چھوڑ کر ان مشرکین کی طرف بھاگے اسے اللہ نے ہم سے دور کر دیا'' باقی رہے مکے کے باشندے جو مسلمان ہو چکے تھے یا مسلمان ہونے والے تھے تو ان کیلئے اگرچہ اس معاہدے کی رو سے مدینہ میں پناہ گزین ہونے کی گنجائش نہ تھی لیکن اللہ کی زمین تو بہرحال کشادہ تھی۔ حبشہ کی سرزمین تو پہلے بھی مسلمانوں کیلئے اپنی آغوش وا کر چکی تھی جب مدینہ کے باشندے اسلام کا نام بھی نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح آج بھی زمین کا کوئی ٹکڑا مسلمانوں کیلئے اپنی آغوش کھول سکتا تھا۔ اور یہی بات تھی جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا: **ومن جائنا منهم سیجعل الله فرجًا ومخرجًا** (۱۸)''ان کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا اللہ اس کیلئے کشادگی اور نکلنے کی جگہ بنا دے گا'' پھر اس قسم کے تحفظات سے اگرچہ بظاہر قریش نے عز و وقار حاصل کیا تھا مگر یہ درحقیقت قریش کی سخت نفسیاتی گھبراہٹ، پریشانی، اعصابی دباؤ اور شکستگی کی علامت ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اپنے بت پرست سماج کے بارے میں سخت خوف لاحق تھا اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا یہ سماجی گھروندا ایک کھائی کے ایسے کھوکھلے اور اندر سے کٹے ہوئے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کنارے پر کھڑا ہے جو کسی بھی دم ٹوٹ کر گرنے والا ہے لہذا اس کی حفاظت کے لیئے اس طرح کے تحفظات حاصل کر لینا بہت ضروری ہیں۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فراخدلی کے ساتھ یہ شرط منظور کی (کہ قریش کے یہاں پناہ لینے والے کسی مسلمان کو واپس نہ طلب کریں گے) وہ اس بات کی دلیل ہے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سماج کی ثابت قدمی اور پختگی پر پورا اعتماد تھا اور اس قسم کی شرط آپ کیلیئے قطعاً کسی اندیشے کا سبب نہ تھی۔ (۱۹)

صلح حدیبیہ کے فوائد، نتائج واثرات

صلح کے بعد تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا، پھر روانہ ہوئے تو راہ میں یہ سورت اتری:۔ **انا فتحنا لك فتحًا مبینًا** (۲۰) ''ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی'' تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھ رہے تھے خدا نے اس کو فتح مبین کہا۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ: کیا یہ فتح ہے!؟ ارشاد ہوا کہ: ہاں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو تسکین ہو گئی اور مطمئن ہو گئے (۲۱)

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:۔ نتائج مابعد نے اس رازِ سربستہ کی عقدہ کشائی کی، اب تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمدرفت شروع ہوئی، خاندان اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے، مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے، باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص، حُسنِ عمل، نیکوکاری، پاکیزہ اخلاقی کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے (۲۲) اسی دوران حضرت خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنھم مسلمان ہو گئے۔ جب یہ لوگ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے''۔ (۲۳) امام زہری کا بیان ہے کہ: صلح حدیبیہ جیسی فتح اس سے پہلے اسلام میں حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے مسلمانوں اور اہل مکہ کی ملاقات صرف لڑائیوں میں ہوتی تھی لیکن جب صلح ہوئی اور جنگ نے سامانِ حرب رکھ دیا اور لوگ ایک دوسرے سے مامون ہو گئے تو ایک دوسرے سے ملنے لگے، بات چیت کرنے لگے اور بحث مباحثہ ہونے لگا، اور جو بھی کچھ ہوش حواس اور عقل رکھتا تھا اس نے جب بھی اسلام کے بارے میں گفتگو کی وہ مسلمان ہو گیا، پچھلے اُنیس سالوں میں اتنے لوگ مسلمان نہیں ہوئے جتنے ان دو سالوں (صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک) میں لوگ مسلمان ہوئے۔ (۲۴)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

صلح حدیبیہ کے فوائد وثمرات کو مختصراً اس طرح سمیٹا جا سکتا ہے:۔

۱۔ اس میں پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود با قاعدہ تسلیم کیا گیا۔ اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائلِ عرب کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ کی تھی اور وہ ان کو برادری سے باہر (Outlaw) سمجھتے تھے۔ اب خود قریش ہی نے آپ سے معاہدہ کر کے سلطنتِ اسلامی کے مقبوضات پر آپ کا اقتدار مان لیا اور قبائلِ عرب کے لیے یہ دروازہ بھی کھول دیا کہ اِن دونوں سیاسی طاقتوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدات کر لیں۔

۲۔ مسلمانوں کے لیے زیارتِ بیت اللہ کا حق تسلیم کر کے قریش نے آپ سے آپ گویا یہ بھی مان لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے، جیسا کہ وہ اب تک کہتے چلے آ رہے تھے، بلکہ عرب کے مسلمہ ادیان میں سے ایک ہے اور دوسرے عربوں کی طرح اس کے پیرو بھی حج وعمرہ کے مناسک ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس سے اہلِ عرب کے دلوں کی وہ نفرت کم ہوگئی جو قریش کے پروپیگنڈا سے اسلام کے خلاف پیدا ہوگئی تھی۔

۳۔ دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہو جانے سے مسلمانوں کو امن میسّر آ گیا اور انہوں نے عرب کے تمام اطراف ونواح میں پھیل کر اِس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے پورے ۱۹ سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر مسلمان ہو گئے۔ یہ اِسی صلح کی برکت تھی کہ یا تو وہ وقت تھا جب حدیبیہ کے موقع پر حضورؐ کے ساتھ صرف ۱۴ سو آدمی آئے تھے، یا دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضورؐ نے مکّہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمرکاب تھا۔

۴۔ قریش کی طرف سے جنگ بند ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کر لیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب وتمدن بنا دیں۔ یہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۳ میں فرمایا ہے کہ: ”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے“

۵۔ قریش سے صلح کے بعد جنوب کی طرف سے اطمینان نصیب ہو جانے کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نے شمالِ عرب اور وسطِ عرب کی تمام مخالف طاقتوں کو بآسانی مسخر کرلیا۔ صلح حدیبیہ پر تین ہی مہینے گذرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ خیبر فتح ہوگیا اور اس کے بعد فدَک، وادی القریٰ، تیما، اور تبُوک کی یہودی بستیاں اسلام کے زیرِ نگیں آتی چلی گئیں۔ پھر وسطِ عرب کے تمام قبیلے بھی، جو یہود اور قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے، ایک ایک کرکے تابع فرمان ہوگئے۔ اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو ہی سال کے اندر عرب میں قوت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہوگیا۔ (۲۵)

۶۔ اور محض تین سال کے مختصر عرصے میں مسلمانوں نے پرامن ذرائع سے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے جزیرہ نما عرب کو اپنا مطیع بنالیا۔ اور وہاں سے رومی اور ایرانی اثرات بالکل خارج کرکے ایک ایسی مستحکم حکومت قائم کردی جو پندرہ ہی سال میں تین بر اعظموں پر پھیل گئی۔ اور جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہوکر رہ گیا۔ اور جس نے سرِ تسلیم خم کیا وہ اسلام کی رنگ و زبان سے بالاتر قومیت میں برابری کے حصے کے ساتھ شریک ہوگیا۔ (۲۶) یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہدِ نبوی کی سیاستِ خارجہ کا شاہکار کہنا بے جا نہ ہوگا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، طبع ۷، ۱۹۸۷ء ص ۱۰۰ تا ۱۰۶ کا خلاصہ۔
(۲) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری: الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السّلفیہ، ۲۰۰۳ء ص ۴۵۹
(۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ص ۱۰۵
(۴) ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر: البدایہ والنہایہ۔ القاہرہ، مصر، طبع اولیٰ، ۱۹۹۶ء، ۱۹۶/۴
(۵) البدایہ والنہایہ ۱۹۷/۴، ابو محمد عبدالملک ابن ھشام: سیرۃ النبی۔ لاہور، اسلامی کتب خانہ ۱۰۱/۳، الرحیق المختوم ص ۴۶۱
(۶) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ص ۱۰۶
(۷) ایضًا، و الرحیق المختوم ص ۴۶۵، ابن کثیر: تفسیر القران العظیم، بیروت، دارالخیر، طبع ۲، ۱۹۹۱ء، ۲۰۶/۴۔
(۸) سورہ فتح آیت ۱۸
(۹) ابن ہشام: سیرۃ النبی ۱۰۴/۳

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(۱۰) الرحیق المختوم ص ۴۶۶، البدایہ والنہایہ ۴/۲۰۰، ابن ہشام: سیرۃ النبی ۳/۱۰۵، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ص ۱۰۸

(۱۱) البدایہ والنہایہ: ۴/۲۰۸، سیرت ابن ھشام: ۳/۱۰۵، الرحیق المختوم: ص ۴۶۶۔۴۶۷

(۱۲) الرحیق المختوم: ص ۴۶۶　　(۱۳) سورہ الفتح آیت ۲۴

(۱۴) الرحیق المختوم: ص ۴۶۹　　(۱۵) ایضًا

(۱۶) علامہ اقبال: بالِ جبریل، لاہور، پروگریسو بکس، ص ۸۶

(۱۷) ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری: صحیح مسلم مع شرح النواوی، باب صلح حدیبیہ ۵/۴۷۷

(۱۸) ایضًا　　(۱۹) الرحیق المختوم: ص ۴۷۱۔۴۷۲

(۲۰) سورہ الفتح آیت ا　　(۲۱) صحیح مسلم مع شرح النواوی ۵/۴۷۸

(۲۲) علامہ شبلی نعمانی احمد: سیرت النبی، کراچی، دارالاشاعت طبع اول، ۱۹۸۵ع، ۱/۲۶۶

(۲۳) اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ یہ صحابۂ کرام کس سن میں اسلام لائے۔اسماء الرجال کی عام کتابوں میں اسے سن ۸ ہجری کا واقعہ بتایا گیا ہے۔لیکن نجاشی کے پاس حضرت عمرو بن عاصؓ کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور ہے جو سن ۷ھ کا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید اور عثمانؓ بن طلحہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت عمروؓ بن عاص حبشہ سے واپس آئے تھے کیونکہ انہوں نے حبشہ سے واپس آ کر مدینہ کا قصد کیا تو راستے میں ان دونوں سے ملاقات ہوئی۔اور تینوں حضرات نے ایک ساتھ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبھی حضرات سن ۷ھ کے اوائل میں مسلمان ہوئے۔(مولانا صفی الرحمن مبارکپوری: الرحیق المختوم ص ۴۷۴)

(۲۴) البدایہ والنہایہ: ۴/۲۰۲

(۲۵) سید ابوالاعلیٰ مودودی: تفسیر تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، طبع ۴۴، ۲۰۰۰ع، ۵/۴۰۔۴۲

(۲۶) ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: ص ۱۰۷، تفہیم القرآن: ۵/۴۰۔۴۲

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.